آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۸ بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء نمبر ۴

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا چندہ سالانہ عوام سے عہ طلباء سے عہ

اطلاع برائے خریداران تفسیر القرآن

آئندہ کیلئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ جو احباب رسالہ اردو اور تفسیر ہر دو کے خریدار ہیں۔ انکی خدمت میں تفسیر ماہوار ریویو کے ضمیمہ کے طور پر رسالہ کے ساتھ بھیجی جایا کریگی۔ اور جو صاحب صرف تفسیر کے یا تفسیر اور انگریزی پرچہ کے طور پر علیحدہ ٹائٹل پیج کے اندر ارسال ہوا کرے گی۔ امید ہے۔ کہ خریدار صاحبان اس اطلاع کا خیال رکھیں گے۔

ایک اور اطلاع

اس رسالہ کے آخر میں صدر انجمن احمدیہ کی ماہواری رپورٹ کے ماتحت یہ اطلاع دی گئی تھی۔ کہ سکرٹری صاحب خواجہ صاحب کے ساتھ کلکتہ میں مضمون سنانیکے لیئے گئے ہیں۔ اب بڑی خوشی سے اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ ہر دو صاحبان ۱۵- اپریل کی شام کو واپس تشریف لے آئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ کہ جلسہ بڑی رونق سے ہوا۔ ہر طرف سے ڈیلیگیٹس آئے ہوئے تھے۔ احمدیہ فرقہ کی طرف سے ۱۰- اپریل ۱۹۰۹ء کو مضمون پڑھا گیا۔

یسرنا القرآن:- اس قاعدہ کی قبولیت اب ملک میں عام طور پر پھیل گئی ہے۔ اور اب چوتھی مرتبہ تعداد میں چھ ہزار شائع کیا گیا ہے قیمت بھی کم کر دیگئی ہے۔ یعنی عربی حصہ کی قیمت جسکو پڑھنے کے بعد بچہ قرآن شریف کو خود بخود پڑھنے لگتا ہے۔ ا ر کر دیگئی ہے پہلے ۲ ر قیمت تھی۔

عمدۃ الاحکام۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفقہ حدیثیں مع ترجمہ۔ قیمت عہ

اسلام کی پہلی کتاب:- مصنفہ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب نو مسلم قیمت صرف ۴ ر فی جلد ہے۔

نوٹ:- مندرجہ بالا کتب کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب بک ڈپو میں فروخت کے لیئے موجود ہیں۔ فہرست مفصل علیحدہ طلب کرنے پر مل سکتی ہے۔

تمام خط و کتابت بنام منیجر میگزین ہونی چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صلیب کے صحیح واقعات

"صلیب کے چشم دید واقعات" ایک کتاب ہے جس کو "انڈو امریکن بک کمپنی" نے ۱۹۰۷ء میں شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں صلیب کے متعلق وہ صحیح واقعات بیان کیے گئے جن کی بنیاد ایک خط ہے جو ایک ایسینی کو حضرت مسیح کے ایک دوست نے واقعہ صلیب سے سات سال بعد لکھا۔ اور وہ شخص جسے وہ خط لکھا گیا اسکندریہ کا رہنے والا تھا ذیل کی تحریر سے جو کتاب کی تمہید کے طور پر ہے یہ پتہ لگتا ہے کہ کس طرح یہ پرانا نسخہ مترجم کے ہاتھ لگا جس نے اسکا انگریزی میں ترجمہ کیا جو خود جرمنی کا رہنے والا تھا۔

"ابی سینیا کی تجارتی کمیٹی کے ایک ممبر کو اسکندریہ میں ایک پرانے مکان کا پتہ لگا جس میں پہلے یونانی راہب رہا کرتے تھے۔ اس کے کتب خانہ میں جو اسوقت بالکل ویران حالت میں پڑا تھا ایک پرانا نسخہ ملا۔ ایک فرانسیسی عالم نے جو اتفاقاً وہاں موجود تھا اسکا ترجمہ شروع کیا۔ مگر ایک پادری نے مجنونانہ مذہبی حمیت کے جوش سے اس پرانے نسخے کے تباہ کرنیکی کوشش کی۔ لیکن اس پادری کی کوششیں معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب نہیں ہوئیں کیونکہ اصل کی ایک نقل لاطینی زبان میں ہو چکی تھی۔ اور فری میسنوں کے ذریعہ یہ نسخہ جرمنی میں پہنچا۔"

جرمن مترجم نے جو ترجمہ لکھا ہے اسکے دیباچہ میں وہ لکھتا ہے کہ وہ گھر جس میں یہ نسخہ پایا گیا۔ وہ علم آثار قدیمہ کی تحقیقات کی رو سے ثابت ہو گیا ہے کہ فرقہ ایسینز کے

قبضے میں تھا۔ مگر یہ نسخہ اس مذہبی اور حقیقت شناس فرقے کی اس لائبریری کا اکیلا بقیہ تھا جو کسی زمانہ میں بڑی عظیم الشان تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اصل نسخہ ابی سینین اور فیثا غورث سوسائٹیوں کے ذریعہ سے فریمیسنوں کی موجودہ جماعت کے ہاتھ آگیا۔ اور وہ نسخہ اب تک جرمنی کی فریمیسنری سوسائٹی کے قبضے میں ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اصل لاطینی نسخہ کا ایک جرمن نے انگریزی میں ترجمہ کیا اور ۱۸۷۳ء میں شائع کیا گیا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ اسکے شائع ہونیکے بعد ہی اسکی اشاعت کو دبا دیا گیا۔ چھاپنے کی پلیٹوں اور پتھروں کو تباہ کر دیا گیا اور یہی حال اس کتاب کے شائع شدہ نسخوں کا ہوا۔ لیکن ریاست مسیچوزٹس کے فریمیسنوں میں سے ایک کے پاس اس کتاب کا ایک نسخہ رہ گیا۔ جس کی لڑکی نے اتفاقیہ طور پر اپنے باپ کے کتب خانہ میں اسے دیکھکر موجودہ شائع کنندہ کے پاس اس غرض کے لیے بھیجا کہ وہ دیکھے کہ آیا یہ نسخہ کچھ کام کا ہے یا نہیں۔

اس شخص کا بیان ہے کہ اسنے فوراً اس امر کے لیے تحقیقات شروع کر دی کہ آیا اس کا کوئی اور نسخہ بھی ہاتھ آسکتا ہے یا نہیں۔ اس بات کے لیے بھی جستجو کی گئی کہ کسی طرح کانگرس کی لائبریری سے اس کتاب کا سرکاری نسخہ مل جائے۔ مگر کوئی نسخہ دستیاب نہ ہوا کیونکہ کانگرس کے لائبریرین کے پاس کوئی نسخہ تک نہ چھوڑا گیا حالانکہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ ہر ایک کتاب کا ایک نسخہ وہاں ضرور رکھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر کاپی رائٹ نہیں مل سکتا۔

یہ بیانات اس قسم کے ہیں کہ ان کی تصدیق کسی طریق سے نہیں ہو سکتی۔ سوائے اسکے کہ ہم ایڈیٹر یا مصنف کے قول کو سچا مان لیں۔ اور اگر یہ بیانات بھی صحیح ہوں تو بھی اصلی نسخہ کی صحت کے لیے ثبوت کی ضرورت ہے۔ چونکہ ہم اس کہانی کی صحت کے متعلق کسی قسم کی تنقید نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہم اس بحث میں پڑ سکتے ہیں کہ اصلی اور صحیح نسخہ کونسا ہے۔ اس لئے ہم صرف اسی بات پر کفایت کرتے ہیں کہ ہم صلیب کے متعلق جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں ان کو بیان کر دیں۔ اگرچہ نسخہ کی صحت اور اصلیت کے متعلق ہم کوئی کھلا ثبوت ایسا نہیں کر سکتے ہیں مگر جو واقعات بیان کیے گئے ہیں وہ ایسے صاف، مضبوط اور مسیح کی زندگی کے واقعہ سے اس طرح ملتے جلتے ہیں کہ بالکل صحیح معلوم ہوتے ہیں اور وہ ان نقائص

سے بالکل بری اور پاک ہیں جن سے انجیلیں مملو ہیں جنکا ایک بیان دوسرے کی تردید کرتا ہے اسلیئے باوجود ان تمام ثبوتوں کی عدم موجودگی کے جو اس نسخہ کی صحت کے لیئے درکار ہیں جسپر ان تمام بیانات کا دارومدار ہے۔ وہ اپنی سچائی کی ایک ایسی وزندار شہادت اپنے اندر رکھتے ہیں جس سے انجیلی بیانات بالکل معرا ہیں۔ عام واقعات میں یہ نسخہ انجیلی بیان کی تردید نہیں کرتا مگر ان واقعات کے متعلق بہت سی باتیں جو اناجیل میں ایک راز کے طور پر بیان کی گئی ہیں اور عام انسانی واقعات کے خلاف بتائی گئی ہیں انکے بڑے حصہ کو اس نسخہ کے بیان کردہ واقعات نے صاف کر دیا ہے اور جس جگہ انجیل نویسوں نے توہمات کو اپنی کہانی کی بنیاد قرار دیا ہے اس جگہ یہ الیسینی مورخ عقلی دلائل دیتا ہے اور توضیح کرتا ہے۔ اور اسطرح یسوع کی زندگی کے متعلق جسقدر واقعات معجزانہ رنگ میں انجیلوں میں بیان کیے گئے ہیں انکو ایسی سادگی سے بیان کیا گیا ہے کہ انجیلی بیانات کے مقابلہ پر ہر ایک سمجھدار انسان کے نزدیک وہ بہت زیادہ قابل اعتبار ہیں۔

انجیلوں کے پڑھنے والوں اور محققین کیلیئے بعد از صلیب یسوع کا ظاہر ہونا ایک مشکل سے مشکل سوال رہا ہے ایک پکا عیسائی تو ہر ایک چیز کو بغیر کسی چون وچرا کے مانتا چلا جاتا ہے اور کبھی ایسے واقعات کے امکان اور مدلل ہونے پر شک نہیں لاتا مگر اصل محقق کے لیئے حضرت مسیح کا صلیب کے واقع کے بعد نمودار ہونا ایک بڑا مشکل امر ہے۔ اعلیٰ تنقید کرنے والوں نے مجبور ہوکر بہت سی انجیلی باتوں کو رد کر دیا ہے صرف اسوجہ سے کہ وہ یہ بات بنانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا نمودار ہونا صرف کشفی طور سے تھا مگر اسطرح اس سوال کا حل کرنا انجیلوں کی صحت اور قابل اعتبار ہونیکو بالکل اٹھا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ان منتقدین کو یہانتک سوال کرنا پڑا ہے "کہ کیا انجیلوں میں کوئی قابل یقین و قابل اعتبار امر بھی موجود ہے یا نہیں؟" جو لوگ حضرت مسیح کے کشفی طور پر نمودار ہونیکے قائل ہیں وہ آپکی عورتوں اور شاگردوں کے سامنے نمودار ہونیوالے واقعات کو بالکل رد کرتے ہیں اور اسی طرح وہ اس بات کے بھی قائل نہیں کہ مسیح کو کسی نے چھوا ہو یا آپنے کسی سے ملکر کھانا کھایا ہو یا خالی قبر دیکھی گئی ہو جیساکہ انجیلوں سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ نتیجے ہیں جو انجیل کے واقعات

سے اخذ کئے گئے ہیں یا کئے جا سکتے ہیں ایک یہ کہ حضرت مسیح علیب پر ہی مر گئے اور اس واقعہ کے بعد صرف خواب میں ہی آپ دوسرے لوگوں کو نظر آئے اور دوسرا یہ کہ آپ واقعی طور سے اسی جسم کے ساتھ لوگوں پر ظاہر ہوئے اور اس حالت میں آپ کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی انہیں سے پہلا نتیجہ اعلیٰ تنقید والوں نے اختیار کیا ہے مگر اس میں انجیل کے بیان کردہ واقعات کے بہت سے حصہ کو فرضی اور غلط ماننا پڑتا ہے اور اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ بالکل ناقابل اعتبار ہیں جسکے ماننے سے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ انجیل نویسوں نے بعض ایسی دُور دراز کی کہانیاں لکھی ہیں جن کی بنیاد ہی کوئی نہیں۔ اور وہ محض بے سر و پا اور لغو باتیں ہیں۔ حالانکہ دوسرے نتیجہ کے رو سے جس پر اس کتاب کا دار و مدار ہے جو ہمارے ریویو کے نیچے ہے حضرت مسیح کا واقعہ صلیب کے بعد ظاہر ہونا تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ بالکل صحیح ٹھہرتا ہے۔ صرف اتنی بات پہلے مان لینی پڑتی ہے کہ حضرت مسیح حقیقۃً صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ انکی عالت ایسی ہوگئی تھی کہ لوگوں نے انہیں مردہ سمجھ لیا۔

خود انجیلوں میں مفصلہ ذیل واقعات درج ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صلیب پر وفات پا جانے کی نسبت بیہوشی اور غشی کی حالت میں آپ کا ہو جانا زیادہ قرین قیاس اور اغلب ہے۔ اوّلاً حضرت مسیح پیشگوئی کے طور پر فرماتے ہیں کہ میری حالت بعینہٖ حضرت یونسؑ کی طرح ہو گی جنکی نسبت بائبل میں مذکور ہے کہ آپ کو ایک مچھلی نگل گئی تھی اس حالت میں کہ آپ زندہ تھے اور زندہ ہی اسکے پیٹ سے نکل آئے۔ اس طرح آپنے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کو لوگ مردہ سمجھ لیں گے جس طرح حضرت یونسؑ کو مردہ خیال کر لیا گیا تھا۔ مگر حقیقت میں آپ زندہ ہی ہونگے۔

(۲) حضرت مسیحؑ صلیب پر صرف چند گھنٹوں کے لیئے لٹکے رہے حالانکہ صلیب پر موت بہت دیر سے واقع ہوتی تھی۔ صلیب پر مرنے کے اصلی اسباب بھوک پیاس اور جسم کے ایک خاص حالت میں رہنے کی وجہ سے تشنج کا پیدا ہونا تھا مگر یہ سارے عوارض ایسے ہیں کہ انکی وجہ سے انسان چند گھنٹوں کے اندر نہیں مر سکتا۔ اس بات کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ دو چور جنکو آپکے ساتھ صلیب پر چڑھایا گیا تھا انکو جب اتارا گیا تو وہ

زندہ ہی تھے اسلیئے انکی ہڈیاں توڑی گئیں۔ (۳) حضرت مسیح ہڈیاں تڑوانے کی اذیت سے بچے رہے جو ان مجرموں کے لیئے استعمال کیجاتی ہے جو صلیب پر بہت عرصہ نہ رہیں۔ (۴) جب آپکے پہلو میں چھید کیا گیا تو اس میں سے خون نکلا جو زندہ ہونے کی نشانی ہے (۵) پلاطوس کو اس بات کا یقین نہ آیا کہ مسیح اس تھوڑے سے عرصہ کے اندر مر گیا۔ دیکھو باب ۱۵ آیت ۴۴ (۶) حضرت مسیح کو دوسرے مجرموں کی طرح دفن نہ کیا گیا۔ بلکہ آپ کو آپکا ایک حواری جو بڑا مالدار آدمی تھا لے گیا اور آپ کی ہر طرح خبرگیری کی گئی اور زمین کے نیچے دفن کرنے کی بجائے آپکو ایک ایسی فراخ جگہ میں رکھا جو خاص طور سے کاٹ کر چٹان کے اندر بنائی گئی تھی۔

پھر انکے علاوہ چند اور بھی باتیں ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی حرکات و سکنات واقعہ صلیب کے بعد زندوں کی تھیں نہ مردوں کی سی (۱) جب تیسرے دن قبر کو دیکھا گیا تو اس کے منہ پر سے پتھر سرکا ہوا پایا گیا۔ (۲) آپنے ایک باغبان کا بھیس بدلا دیکھو یوحنا باب ۲۰ آیت (۳) آپنے اپنے شاگردوں میں سے ایک کو بلایا اور اس کو کہا کہ اپنی انگلی آپکے زخم میں ڈالے۔ (۴) آپ کو بھوک لگی اور شاگردوں کے ساتھ ملکر آپنے کھانا کھایا۔ (۵) آپنے جلیل کے ملک کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور دو شاگرد آپکے ہمراہ تھے (۶) صلیب کے واقعہ کے بعد جتنی دفعہ آپ ظاہر ہوئے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی جسطرح ایک شخص ڈرتا ہے کہ کہیں پکڑا نہ جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کا خود عقیدہ تھا کہ آپ صلیب کی موت سے بچ گئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ یہ تکلیف برداشت کرنیکے لیئے تیار تھے اس لیئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گویا آپ مر کر زندہ ہوئے مگر آپ کا موت کے منہ سے بچایا جانا آپ کا ذاتی کام نہ تھا وہ کسی اور ذریعہ سے عمل میں آیا۔ انجیلوں میں اس دعا کا ذکر ہے جو آپنے پکڑے جانے سے پہلی رات مانگی اور عبرانیوں کے خط باب ۵ آیت ۷ میں آپکی اس دعا کا قبول ہونا صاف طور سے مانا گیا ہے۔ چنانچہ عربی انجیل کے یہ الفاظ ہیں کہ **فسمع لتقواہ** یعنی آپکے تقویٰ کے سبب سے آپ کی وہ دعا قبول کی گئی۔ جو آپنے موت سے بچنے کے لیئے کی تھی

اور اگرچہ آپ واقعی طور سے بچائے گئے مگر یہ ابتلا اسقدر عظیم تھا کہ موت کی سی حالت پہنچ گئی تھی۔ اور جب آپکو نجات ملی تو آپکے حواریوں نے غالباً یہ خیال کیا کہ اگر

وہ یہ بات کہدیں کہ مردوں میں سے جی اُٹھے تو بجا ہے۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ایسے الفاظ جان بوجھکر اسلیئے استعمال کیئے کہ اس ۔۔ کے متعلق کوئی باقاعدہ تحقیقات نہ ہوسکے۔ اور حکام اس بات کی جستجو میں نہ پڑ جائیں۔

وہ ایسینی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی یہ چٹھی ہے اپنے آپ کو واقع صلیب کا چشم دیدگواہ بتلاتا ہے۔ اسی خط سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ چٹھی اسکندریہ کے دوسرے ایسینیوں کی چٹھی کے جواب میں لکھی گئی۔ ایسینی ایک قسم کا یہودیوں میں راہبوں کا فرقہ تھا اور عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فلسطین کے اندر ہی محدود تھے۔ اگر یہ بات سچ ہو تو یہ کہانی بالکل غلط ہوجاتی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ یہ چٹھی اسکندریہ کے ایسینز کی طرف انکی چٹھی کے جواب میں لکھی گئی مگر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں اس فرقہ اور برادری کو ملک فلسطین کے اندر ہی محدود کیا جاوے اس سلسلہ کے وجود کا پتہ مسیح سے دو سو سال پہلے تک چلتا ہے اور یوسیفس پہلے پہل انکا حال یکیبین عہد میں بیان کرتا ہے۔ یہ بات ماننے میں نہیں آسکتی کہ دو سو سال کا عرصہ گذر جائے اور پھر ملک فلسطین کے باہر اس سلسلہ کا نشان تک قائم نہ ہو۔ ایسینی ازم کا خاص نشان یہ تھا کہ ان لوگوں کے دل کا پاکیزگی کی طرف بڑے زور سے رجحان ہوتا تھا۔ اور یہ بات اس زمانہ میں عام ہوگئی تھی کیونکہ خشک یہودی مُلّاؤں کے مذہب یعنی فریسی ازم سے لوگ بالکل اُکتا گئے تھے اور اس کے برخلاف ہوگئے تھے اس لیئے یہ اغلب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی شاخیں دور دراز ملکوں میں یہودیوں کے اندر پھیلی ہوئی تھیں۔ پولوس کے چند خطوط کے حوالجات سے بعض لوگ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ سلسلہ کولوسینی اور روما میں موجود تھا۔ مصری تھیراپیوٹس بھی اسکندریہ کے ایسینیز میں سے سمجھے جاتے ہیں اگرچہ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا اسکا بڑے زور سے انکار کرتا ہے۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اس بات کے ماننے کیلیئے ہمارے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں کہ اسکندریہ میں ایسینیز کا کوئی سلسلہ موجود نہ تھا۔

چٹھی اس مضمون سے شروع ہوتی ہے کہ واقعی اسکندریہ کے ایسینیز نے جو حضرت

مسیح کے متعلق جھوں سُنی تھیں وہ سب صحیح ہیں یعنی کہ حضرت مسیح اس فرقہ کے ایک ممبر تھے جس میں آپ جوانی کے وقت ہی سے داخل تھے اور اس امر میں یوحنا بپتسمہ دینے والا بھی آپکے ساتھ تھا۔ یہ ذکر کہ یوحنا اور حضرت مسیح فرقہ السینیز کے ممبر تھے صرف اسی چٹھی میں موجود نہیں بلکہ بہت سی ایسی باتیں بیان کیجاتی ہیں جو ان ہر دو نبیوں سے ظاہر ہوئیں جن کا اصل اور خاص تعلق السینی تعلیم سے تھا۔ یہ لوگ کسی ذاتی اور علیحدہ علیحدہ افراد کی جائداد کے قائل نہ تھے۔ انکے درمیان کسی اکیلے شخص کی کوئی جائداد نہ ہوتی تھی۔ ہر ایک ممبر کی جکمائی ہوتی تھی وہ ایک ایسے خزانہ میں جمع کر دیجاتی تھی جس میں ہر ایک کا حصہ ہوتا تھا اور جس خزانہ سے تمام ممبروں کے اخراجات لیئے جاتے تھے۔ لوگوں کی جائداد اور مال اموال کے متعلق حضرت مسیح کے خیالات بھی انہیں لوگوں کے قریب قریب پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی آسمانی بادشاہت میں داخل ہونیکی سچے خواہش کرتا تو آپ اس سے یہی فرماتے کہ جو جائداد تمھارے پاس موجود ہے وہ سب بیچ اور اسکی قیمت کو بیت المال میں داخل کرو۔ السینی مذہب میں بڑا اصول خدائے تعالیٰ اور اسکی مخلوق سے محبت کرنا ہے اور حضرت مسیح کا خدا کے باپ ہونے اور انسان کے بھائی بھائی ہونے پر زور دینا اسی اصول پر زور دینا تھا۔ انکے نزدیک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ دل کی پاکیزگی حاصل ہو اور غالباً اسی خیال کی وجہ سے کہ زن و مرد کے باہمی تعلقات پاکیزگی اور تطہیرِ نفس کے خلاف ہے وہ نکاح وغیرہ کرنے سے بہت بچتے تھے اور مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوحنا اور حضرت مسیح دونوں نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ اس میں بھی اس فرقہ کی تعلیم کا واضح اثر معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ " وہ یعنی السینی اپنے کھانے کے وقت روٹی کو توڑتے اور پیالے کو چلاتے اور یہوداہ کی حمد کرتے تھے " ظاہر حالات پر خیال کر کے کہا جا سکتا ہے کہ اس امر میں بھی حضرت مسیح نے انکی رسم کو لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں اصطباغ لینے کی بھی رسم موجود تھی۔ لیکن ان تمام مشابہتوں کے ساتھ ہی ایک اور واقعہ ہے کہ اس فرقہ کے لوگ ظاہری پاکیزگی پر بھی بہت زور دیتے تھے یہانتک کہ وہ کسی کنجنی سے چھونا بھی پسند

نہ کرتے تھے مگر انجیلوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح گناہ گاروں کے ساتھ بیٹھکر کھا پی لیا کرتے تھے یہانتک کہ آپنے بعض فاحشہ عورتوں کے ساتھ ملنے جلنے سے بھی پرہیز نہ کیا مگر یہ ایسینی مورخ ایسی باتوں کو نہیں مانتا کیونکہ اسکے نزدیک "بہت سے آپکے شاگردوں نے آپکی موت وحیات کا قصہ ردایتوں کے ذریعہ سنا جو ایک شخص دوسرے شخص سے نقل کرتا تھا" اور اسطرح پر یہ روایات قابل اعتبار نہیں۔

راقم خط بیان کرتا ہے کہ حضرت مسیح کا بچ جانا انہی لوگوں یعنی ایسینیوں کی خفیہ مدد اور حفاظت کی وجہ سے تھا۔ یہ لوگ آپکے شاگردوں تک کو پتہ نہ دیتے یہاں تک کہ انجیل نویسوں کو بھی انکا علم نہ تھا۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے راز کسی شخص پر ظاہر نہ کرتے تھے جبتک کہ وہ باقاعدہ انکے زمرے میں داخل نہ ہوگیا ہو اور جب تک اس سے یہ قسم نہ لی گئی ہو کہ وہ اس سلسلہ کا سچا وفادار رہیگا۔ چونکہ ان لوگوں کا اصول تھا کہ جہانتک ہوسکے جھگڑوں اور تنازعوں سے بچیں اور اپنے حاکموں ہمسایوں کے ساتھ امن چین سے زندگی بسر کریں اس لیئے راقم کہتا ہے کہ ہم نے چپکے چپکے کام کرلیا اور قانون کے پورا ہونے میں کوئی ظاہری روک نہیں ڈالی۔ لیکن ساتھ ہی اس کے ہم نے اپنے دوست کی خفیہ مدد کیلیئے تدابیر کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور ایسی طرز اختیار کی کہ جس سے سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی ہم نے مسیح کو بھی بچا لیا اور ملک کے قوانین اور حکام کے خلاف بھی نہ ہونے دیا۔ انکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جب یوسف نجار مصر میں پناہ لینے کی خاطر گیا تھا۔ تو ایسینی بھائیوں نے ہی اس کی مدد کی تھی اور حفاظت کی تھی۔ وہ ان لوگوں کے اسقدر زیر اثر تھا کہ اس نے چھٹپن سے ہی حضرت مسیح کے دل میں یہ نقش کردیا کہ ایسینی فرقہ حق پر ہے۔

اس چٹھی میں جو کتاب مذکور میں درج ہے حضرت مسیح اور یوحنا کا باقاعدہ اس سلسلہ میں داخل ہونا بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے قسم کھائی کہ وہ دنیا کی چیزوں سے بے تعلقی رکھیں گے اور سلسلہ کے فرمانبردار رہیں گے اور سلسلہ کی باتوں کو خفیہ رکھیں گے۔ اسکے بعد جس طرح انکی رسم تھی اس سلسلہ کے لوگ ان ہر دو یعنی مسیح اور یوحنا کو

ایک علیحدہ غار میں رہے گئے اور تین دن تین رات انکے امتحان اور آزمائش میں مصروف رہے۔ سلسلہ میں داخل ہونے کے تمام درجوں کو طے کرکے حضرت مسیح نے تو یہ پسند کیا کہ دنیا میں لوگوں کو وعظ کرتے پھریں اور انکی جسمانی بیماریوں کو اچھا کریں اور حضرت یوحنا نے "ٹھیرا پیوٹ" ما یا سلسلہ کا بزرگ ہونا پسند کیا۔ کیونکہ اس سلسلہ کے قواعد میں سے یہ بھی تھا "کہ اپنی برادری کے ساتھ خفیہ طور سے محبت کریں اور انکے ساتھ رہیں یا دنیا میں جائیں اور لوگوں کو چنگا کریں اور تعلیم دیں" زندگی بسر کرنے کیلئے جو راہ حضرت مسیح نے اختیار کی اسپر کاربند ہونے کیلئے آپ ناصرہ کو واپس آئے۔ "یہاں آپنے بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی نیکی اور راستبازی کا ثبوت دیا۔ اور اس قسم کو پورا کیا جو آپنے سلسلہ میں داخل ہوتے وقت کھائی تھی۔ آپ کا ایک دوست لعزر نامی تھا جسکی ایک بہن مریم تھی جو حضرت مسیح سے بہت محبت کرتی تھی۔ اور آپ بھی سچے دل سے اس سے محبت کرتے تھے۔ مگر سلسلہ کے قوانین کے ماتحت کسی ایسینی کو اجازت نہ تھی کہ وہ اپنی مرضی سے بیاہ کرے مبادا اس مقدس کام میں کسی طرح کی کاہلی اور غفلت اور سستی واقع ہوجائے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح اس سلسلہ کے قوانین کی سچی پیروی کرنے کی وجہ سے عورتوں کی محبت پر غالب آگئے مگر جو تکلیف آپکو برداشت کرنی پڑی اور اپنے نفس سے جو مقابلہ پڑا وہ بہت ہی سخت تھا۔ اور جس گھڑی آپ مریم سے جدا ہوئے تو ہردو زار و نطار روئے"

پھر صلیب کا قصہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ذیل کے واقعات ہم مختصر طور سے اس کتاب سے اخذ کرکے پیش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح اور دو چور جن کیلئے صلیب کا حکم جاری ہوچکا تھا بڑی ہجوم میں اپنے صلیبیں اُٹھائے صلیب دینے کی جگہ پر لیجائے گئے جسکا نام گلگوتھا تھا یعنی کھوپریوں کی جگہ۔ حضرت مسیح کی صلیب دونوں چوروں کی صلیبوں کے درمیان قائم کی گئی جسکا مطلب یہ تھا کہ آپکا جرم ان ہردو کے جرموں سے بہت بڑا ہے۔ صلیب کے ساتھ میخوں سے گاڑنے سے پہلے سپاہیوں نے ان مجرموں کو پینے کیلئے شراب دی تاکہ وہ بیہوش ہوجائیں لیکن حضرت مسیح نے اس خیال پر اسکے پینے سے انکار کردیا کہ آپ شرابی ہوکر اپنے دین کیلئے جان دینا اچھا نہ سمجھتے تھے اور اس روحانی اور جسمانی قربانی کو

شراب پینے سے داغدار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپکو ایسینی لوگوں نے پہلے ہی بتلادیا تھا کہ یہ شراب ہے جو پینے کے لیئے دیجاتی ہے اور اسکا پینا منع ہے۔ تب حضرت مسیح کو اس چوب کے ساتھ جکڑ کر باندھ دیا گیا جو صلیب کے آگے ہوتی ہے جس کی وجہ سے آپ کا دوران خون بند ہوگیا۔ لوہے کی میخیں آپکے ہاتھوں میں ٹھونکی گئیں مگر پاؤں میں نہیں کیونکہ پاؤں میں چھید کرنے کی رسم نہ تھی۔ جبکہ حضرت مسیح سورج کی اس جھلسا دینے والی گرمی میں پڑے ہوئے تھے اور اسپر مصیبت یہ تھی کہ صلیب نے جان کنی وارد کی ہوئی تھی۔ ایسے وقت میں سپاہیوں نے عادت کے موافق آپکے کپڑوں پر قرعہ اندازی کرکے بانٹ لیئے اور فقیہی اور فریسی آپ پر ہنسی ٹھٹھا اور تمسخر کرتے تھے۔ اور حضرت مسیح درد اور غم کے مارے سرنگوں تھے۔ قیافاس جو یہودیوں کا بڑا سردار کاہن تھا وہ بھی اسجگہ خدا کے بیٹے پر ہنسی ٹھٹھا کرنے کیلیئے آیا۔ اسوقت اچانک اندھیرا ہوگیا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن حضرت مسیح کے حواری اور ایسینی برادری کے لوگ وہیں اس گلگوتھا کی جگہ میں ٹھہرے رہے۔ کیونکہ انکی سوسائٹی کی جگہ بہت ہی نزدیک تھی۔ اسوقت حضرت مسیح کو سخت پیاس لگی۔ ایک رومی سپاہی نے آپکو ایک اسفنج سرکہ میں بھیگا ہوا چوسنے کیلیئے دیا جس سے آپنے اپنی پیاس بجھائی۔ جسوقت رات قریب ہوئی تو حضرت مسیح کی درد اور تکلیف کی حد نہ رہی۔ اور جونہی آپنے ایک چیخ ماری کہ ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی جس طرح کہ زلزلہ سے پہلے سنائی دیا کرتی ہے۔ جتنے یہودی وہاں باقی رہ گئے تھے وہ بھی ڈر کے مارے بھاگ گئے کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ زمین و آسمان ہمارے مخالف ہوتا جاتا ہے اور وہ روحیں جو زمین اور آسمان کے درمیان رہتی ہیں وہ قریب ہے کہ زمینی لوگوں کو بسبب اس گناہ کے کہ انہوں نے خدا کے ایک راستباز کو تکلیف پہنچائی سزا دینا چاہتی ہیں۔ اسلیئے وہ اسجگہ سے فوراً بھاگ گئے۔ اسکے بعد معاً زمین ہلنی شروع ہوئی اور زلزلہ آنے لگا جسکے جھٹکوں کے سامنے ہیکل کی دیواریں بھی سر بسجود ہوگئیں یہانتک کہ بہت سی چٹانیں پھٹ گئیں .... اور بہت سی قبریں جو چٹانوں کو کھود کھود کر بنائی گئی تھیں وہ پھوٹ پڑیں۔ غالباً اسی بنا پر لوئی ہم پرست

قصہ نویس نے یہ افسانہ بنا مارا ہے کہ مردے زندہ ہو کر قبروں سے باہر نکل آئے۔ مگر یہ خطرناک زلزلے اور خوفناک گڑگڑاہٹیں ایسے وقت میں واقع ہوئیں کہ بڑی آسانی سے انکا تعلق حضرت مسیح کی تکالیف کیطرف منسوب کیا جا سکتا تھا۔ ان عجائبات قدرت کے واقع ہونیسے یہودی تو ڈر ہی چکے تھے مگر رومی فوجی افسر کا دل بھی دہل گیا اور وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کے آگے دعا مانگنے لگا کیونکہ اسکا خیال یہ تھا کہ یہ بلائیں جو دنیا پر وارد ہو رہی ہیں وہ ایک راستباز کے دُکھ دینے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ اس بڑے زلزلہ کا فوری اثر یہ ہوا کہ سوائے حضرت مسیح کے دوستوں اور حواریوں اور سلسلہ ایسینی کے آدمیوں کے جنکی اجتماع کا مقام وہیں نزدیک ہی واقع تھا اور سب بھاگ گئے جسوقت حضرت مسیح نے چیخ ماری تو لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ شائد آپکی جان ہوا ہو گئی۔ فوراً یہ خبر سلسلہ ایسینی کے آدمیوں کو پہنچی جو کالوری کے نزدیک ہی ایک باغ میں بیٹھے ہوئے تھے اور انہیں دو ممبر یوسف ارمتیا کا رہنے والا اور نقودیمس فوراً اسجگہ آئے جہاں آپ کو صلیب دیگئی تھی کیونکہ وہ حیران تھے کہ اتنی جلدی جان کسطرح نکل سکتی ہے یوسف ارمتیا کا باشندہ دراصل ایک بڑا مالدار یہودی تھا اور اگرچہ بظاہر کسی فریق سے تعلق نہ رکھتا تھا تاہم پوشیدہ طور سے وہ سلسلہ ایسینی میں شامل تھا۔ وہ ایک بڑا دانا آدمی تھا اور ممبر کونسل بھی تھا۔ حکام اور لوگ اسکی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ وہ اس سلسلہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ ممبروں میں سے تھا اور بیماروں کو اچھا کر دینے کے فن کو خوب جانتا تھا۔ وہ سلسلہ کے رازوں سے خوب واقف تھا۔ یہ خبر سنکر کہ حضرت مسیح کی جان صلیب پر نکل گئی ہے وہ ہر دو اسجگہ آئے جہاں آپ مصلوب ہوئے تھے۔ اور جب انہوں نے آپکے جسم کا ملاحظہ کیا تو نقودیمس نے یوسف کو ایک طرف الگ لیجا کر کہا کہ ابھی وقت ہے اور آپکی جان کو غش سے بچ سکتی ہے۔ اس نے یوسف کو کہا کہ تم فوراً پلاطوس کے پاس جاؤ اور اس کی اجازت حاصل کرکے آپ کی لاش (بظاہر) کو حاصل کر لیا جاوے پیشتر اسکے کہ آپ کی ہڈیاں توڑی جاویں۔ وہ دونوں وہاں سے اسیوقت روانہ ہوئے یوسف تو پلاطوس کے پاس گیا تا کہ وہ حضرت مسیح کی لاش اس سے مانگ لاوے

اور خود نقودیمس ضروری دوائیں وغیرہ کی تلاش کیلئے چلا گیا جو زخموں کے اچھا کرنیکے کام آسکیں تاکہ حضرت مسیح کو دوبارہ ہوش میں لایا جاوے۔ کیونکہ اسکو یقین تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ بالکل بیہوشی کی حالت میں ہیں۔

سبت کی رات سے پہلے کسی لاش کو صلیب پر نہیں رہنے دیتے تھے اور وہ وقت آگیا تھا کہ مصلوبوں کو صلیبوں پر سے اُتارا جائے اور دفن کیا جائے۔ چونکہ یہودیوں کو یہ علم تھا کہ اتنے تھوڑے عرصہ میں مجرمین مر نہیں سکتے لہذا انکی کونسل نے پلاطوس سے یہ درخواست کی وہ انکی ٹانگیں توڑ دینے کا حکم نافذ کرے۔ اور یوسف اور نقودیمس کے جانیکے تھوڑا عرصہ بعد فوجی افسر کے پاس جسکا وہاں پہرا تھا پلاطوس کی طرف سے ایک ایلچی یہ حکم لیکر آیا کہ لاشوں کو اُتار لیا جاوے اور اُنکی ٹانگیں توڑ کر انہیں دفن کیا جائے اسپر حضرت مسیح کے دوست اور بہی خواہ جنہیں اس چٹھی کا لکھنے والا بھی تھا بہت ہی گھبرائے اور پریشان ہوئے کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ پیشتر اسکے کہ یوسف پلاطوس کی طرف سے کوئی حکم لکھوا کر لائے اسوقت تک حضرت مسیح کو صلیب پر سے اُتار لیا جاویگا اور دفن کر دیا جائے گا۔ آپکے تمام دوستوں کو یہ علم بھی نہ تھا کہ آپکی جان بچانیکے لئے کوششیں ہو رہی ہیں اور جو بات انکے لیئے سخت تکلیف دہ اور رنج دہ تھی وہ یہ تھی کہ انکو نظر آرہا تھا کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہی ذلت کا سلوک ہوگا جو معمولی مجرموں کے ساتھ ہوتا ہے اور آپ کو ذلت کے ساتھ دفن کیا جاویگا۔ کیونکہ اُنکا خیال تھا کہ حضرت مسیح وفات پا گئے ہیں۔ پھر یہی شخص اس رومی فوجی افسر کے پاس گیا اور اس ایلچی سے پوچھا کہ آیا پلاطوس نے تمہیں بھیجا ہے یا کسی اور نے تو معلوم ہوا کہ اُسے پلاطوس کے سکرٹری نے بھیجا ہے۔ جب اُسے یہ حال معلوم ہوا تو اس نے اس فوجی افسر کی منت وسماجت کی کہ آپ اس حکم کے ماننے میں ذرا توقف کریں۔ جب تک یوسف ارمتیا جو پلاطوس کے پاس گیا ہوا ہے واپس نہ آلے کیونکہ اس کی خواہش ہے کہ وہ حضرت مسیح کی لاش کو لیلے اور بڑی عمدگی سے تجہیز وتکفین کرے۔ اس افسر کا دل آگے ہی اس طرف مائل ہوا ہوا تھا۔ کیونکہ ان عجائبات قدرت کے ظاہر ہونے سے اس کے دل پر حضرت مسیح کی بے گناہی اچھی طرح

اتر گئی تھی اسلیئے اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ حضرت مسیح کی ہڈیاں نہ توڑیں باقی
دو چوروں کی ہڈیاں وہ ابھی توڑ چکے تھے۔ لیکن حضرت مسیح کے متعلق اسی خیال
تھا کہ مر چکے ہیں اس لیئے ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی وہ اسی گفتگو میں
تھے کہ یوسف ارمتیا اپنا کام کر چکا تھا۔ پلاطوس نے ایک ایلچی اس امر کی تحقیقات
کیلیئے بھیجا کہ آیا یہ امر واقعی طور سے سچ ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر وفات پا گئے ہیں کیونکہ
اسکا خیال تھا کہ صلیب پر اتنی جلدی آدمی نہیں مر سکتا۔ جب یہ آدمی موقعہ صلیب پر پہنچا
تو یقین کو اور بھی پکا کرنے کیلیئے ایک سپاہی نے حضرت مسیح کے پہلو میں ایک برچھا
چبھو دیا۔ جب دیکھا کہ کوئی تشنج واقع نہیں ہوا تو اس رومی افسر نے نتیجہ نکالا کہ آپ
واقعی مر گئے ہیں اسلیئے وہ فوراً پلاطوس کو اطلاع دینے کے لیئے چلا گیا اور اس نے اس
جلدی میں یہ بھی نہ دیکھا کہ جہاں برچھا لگا ہے وہاں سے خون نکل رہا ہے۔ مگر آپکے
دوستوں میں سے ان لوگوں کو جنہیں ان پوشیدہ معاملات کی خبر تھی اس حالت نے
اور بھی یقین دلایا اور انکی امید بندھ گئی کہ شائد آپ کی زندگی بچ جاوے۔ اسکے
جلدی ہی بعد یوسف اور نقودیمس پلاطوس کا حکم لیکر دوڑے آئے کہ حضرت مسیح
کی لاش یوسف کو ملجائے۔ کیونکہ گورنر صاحب اسکی بہت عزت و تکریم کرتے تھے
جب نقودیمس نے دیکھا کہ زخم سے خون بہ رہا ہے۔ تو اسکی افسردہ امیدیں پھر
تر و تازہ ہو گئیں۔ اور اب اسے یقین کامل ہو گیا کہ وہ حضرت مسیح کو بحال کرے گا۔
ہوش میں لانے اور تقویت دینے کیلیئے پہلے ہی وہ دوائیاں لایا ہوا تھا اسلیئے
اب اس نے یوسف کو یقین دلایا کہ حضرت مسیح مرے نہیں مگر ساتھ ہی اسنے جتلا دیا
کہ اس بات کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی خوشی میں پھولے
نہ سمائیں اور اس راز کو ظاہر کر دیں۔ نقودیمس نے بہت سی ایسی ادویات اور مرہمیں
استعمال کیں جو فوری اثر کرنیوالی تھیں۔ اس نے ان چیزوں کو کپڑے پر لگا کر حضرت
مسیح کے زخموں پر باندھ دیا۔ تب اس نے گل حنا زخمی شدہ ہاتھوں پر لگا دی جہاں
جہاں میخیں لگی ہوئی تھیں۔ مگر اس نے اس زخم کو بند کرنا مناسب نہ سمجھا جو پہلو

میں تھا کیونکہ خون اور پانی کا بہنا تنفس کے لیئے بہت ممد تھا۔(اس بیان سے انجیل کے وہ
بیانات صاف طور پر سمجھ میں آجاتے ہیں کہ آپنے اپنے پہلو کا زخم تھوما کو دکھایا مگر ہاتھوں کے
زخم نہ دکھائے) اب آپکے جسم کو صلیب دینے کے مقام سے بہت دور اُٹھا کرلے گئے
اور اس تہ خانہ میں رکھدیا جو چٹانوں میں بنایا ہوا تھا اور یوسف کے قبضہ میں تھا۔ ان
باتوں سے یہودیوں کو شک پیدا ہوگیا تھا اسلیئے انکے بڑے سردار کاہن نے خفیہ سپاہی
اس امر کے دریافت کرنیکے لیئے روانہ کیئے کہ آیا حضرت مسیح کے خفیہ دوست کون سے ہیں۔
اس نے اپنے نوکروں کا ایک مسلح دستہ بھیجا تاکہ وہ کسی پوشیدہ جگہ سے دیکھتے رہیں کہ
اس قبر پر کیا ہورہا ہے جہاں کہ حضرت مسیح کو رکھا گیا تھا۔ اور انکی مدد کے لیئے ہیکل کے
پہرہ دار وہیں موجود رہیں۔ اس لیئے قبر کی حفاظت کرنے کیلیئے بجائے رومی سپاہیوں کے
سردار کاہن کے نوکر اور ہیکل کے پہرہ دار آن موجود ہوئے۔ اب نقودیمس نے باقی ممبروں
سے مشورہ کیا کہ حضرت مسیح کو ہوش میں لانے کے لیئے کونسے وسائل عمل میں لانے
چاہیئیں چنانچہ تمام اس بات پر متفق ہوئے کہ ایک ممبر کو بھیجدیا جاوے۔ یہ آدمی ایک
اعلیٰ درجہ کی سفید پوشاک پہنکر ایک خفیہ راستہ کے ذریعہ قبر پر گیا۔ سردار کاہن کے آدمی
زلزلہ کے آنیکی وجہ سے پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس سفید پوشاک والے کو
ایک فرشتہ سمجھا اور بھاگ اُٹھے۔ تھوڑی دیر بعد یوسف اور نقودیمس دوسرے ممبروں کی
ہمراہی میں آپہنچے چونکہ حضرت مسیح کو اب ہوش آچکی تھی اور حواس درست ہوگئے تھے لہٰذا
انہوں نے تمام ایسینی احباب کو پہچان لیا۔ پھر یوسف نے تمام ماجرا آپ کو کہہ سنایا کسطرح
آپ کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے تھے اور اس بیہوشی کو موت سے تعبیر کیا گیا تھا پھر کسطرح
اور دوستوں نے آپکے بچانیکے لیئے کوششیں کی تھیں جن کی وجہ سے آپکی جان بچ گئی تھی۔
اسکے بعد اسنے آپکو کچھ کھجوریں اور شہد میں بھگویا ہوا ٹکڑا روٹی کا کھلایا۔ لیکن اتنے عرصہ میں
مرہم اپنا اثر کرگئی تھی اس لیئے پٹیاں کھولدی گئیں۔ چونکہ وہاں ٹھہرنا خطرناک امر تھا لہٰذا
آپکو ایسینی احباب کے کمیٹی گھر میں اُٹھا کرلے گئے جو وہیں ایک باغ کے نزدیک تھا۔
ان تمام باتوں نے حضرت مسیح پر اتنا اثر کیا کہ آپنے موت کے مُنہ سے بچ جانا ایک معجزہ

سمجھا اور آپکے خیال کیا گویا آپ سچ مچ مُردوں میں سے جی اُٹھے ہیں۔

دو ایسینی نومریدوں کو تمام احباب نے روانہ کیا کہ وہ جاکر قبر کو درست کردیں اور پٹیاں وغیرہ سب نکال ڈالیں جب کہ وہ دونوں اُسی تہ خانہ میں بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے تو ایک عورت آئی اور قبر کے مُنہ پر سے پتھر کو ڈھلکا ہوا پاکر ڈر گئی اور انہی قدموں پر یروشلم کو واپس چلی گئی۔ اسکے بعد یروشلم کی اور عورتیں قبر کو دیکھنے کے لیئے آئیں اور سفید پوش آدمیوں کو دیکھکر انہوں نے سمجھا کہ کوئی فرشتے ہیں اس لیئے وہ سجدے میں گر گئیں۔ ان دونوں آدمیوں کو پہلے سے سمجھا دیا گیا تھا کہ اگر حضرت مسیح کے وہ دوست قبر پر آویں جنکو ان باتوں کا بالکل علم نہیں۔ تو انکو یہ کہدیں کہ آپ مُردوں میں سے جی اُٹھے ہیں۔ اسلیئے آپکے شاگردوں اور احباب کو چاہیئے کہ آپ جلیل کی طرف گئے ہیں وہاں جاکر ملیں۔ چونکہ ان دنوں یروشلم میں مخالفت بہت بڑھی ہوئی تھی اسلیئے یوسف نے حضرت مسیح کی ملاقات اپنے دوستوں کے ساتھ اسجگہ کرانی مناسب سمجھی۔ لیکن حضرت مسیح اپنے دوستوں کو تسلّی دینا بہت ضروری سمجھتے تھے اور آپکو اب طاقت اور قوّت بھی آگئی تھی۔ لہٰذا آپنے اپنے ایسینی بھائیوں سے اس بات کے لیئے اجازت حاصل کی کہ آپ جائیں اور اپنے دوستوں سے ملیں۔ اسلیئے آپنے ایسینیوں کا وہ بھیس بدلا جسمیں وہ کام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ باغبانوں کے بھیس میں نکلے اور اس چٹان کی طرف گئے جس میں آپکی قبر تھی۔ مریم جو سب سے پہلے قبر پر آئی تھی وہ اب بھی قبر پر موجود تھی اور حضرت مسیح کو قبر میں نہ پاکر نوحہ کر رہی تھی۔ آپ اسکے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ لیکن بسبب باغبانی لباس کے اس نے نہ پہچانا اور آپکو باغبان ہی سمجھا۔ لیکن جب آپنے اس سے گفتگو کی تو اس نے آپکو پہچان لیا اور آپسے بغلگیری کی درخواست کی۔ چونکہ آپکو یہ ڈر تھا کہ ذرا کشمکش سے کہیں زخم نہ کھل جائیں اسلیئے آپ پیچھے ہٹ گئے اور اس کو کہدیا کہ آپکو چھوئے نہیں۔ جبکہ وہ آپکے سامنے عاجزانہ طور سے جھکی ہوئی تھی آپکے قدموں کی کھڑکھڑاہٹ کو سنا اسلیئے آپ فوراً باغ کے پچھواڑے کی طرف تشریف لے گئے۔ اسطرح جب پطرس اور یوحنا اس موقع پر پہنچے تو انہیں سوائے خالی قبر کے اور کچھ نہ دکھائی دیا۔ اگرچہ آپ چند ہی قدم چلے تھے مگر آپ کی کمزوری بہت

بڑھی ہوئی تھی۔ اسلیئے یوسف اور نقودیمس پھر آپ کو اُسی گھر میں لیگئے جہاں کہ پہلے آپ کے زخموں کی پٹی وغیرہ کی گئی تھی۔ انہوں نے آپکو کچھ انگور کا رس پینے کے لیے بھی دیا اور تاکیداً منع کر دیا کہ کچھ عرصہ تک آپ ذرا بھی حرکت نہ کریں۔ اس اثنا میں شہر میں کئی ایک افواہیں اُڑ چکی تھیں۔ ہیکل کے پہرہ دار جو سفید پوشاک اسینی نوجوان کو دیکھکر ڈر گئے تھے اب اپنے خوف اور بزدلی کے چھپانے کیلیئے بہت سی بے سروپا باتیں کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ یہ خطرناک عجائباتِ قدرت وہاں ظہور پذیر ہوئے ہیں اور اتنی روحیں اپنی قبرونکو پھاڑ کر نکل آئیں۔ سردار کاہن نے اس خوف سے کہ مبادا ان معجزات کی وجہ سے لوگ حضرت مسیح کے طرفدار نہ ہوجائیں۔ ان پہرہ داروں کو روپیہ دیکر چپ کرا دیا اور کہا کہ لوگوں میں یہ مشہور کرو کہ حضرت مسیح کی لاش کو انکے دوست چرا کرلے گئے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت مسیح اس انگوری رس کے خمار کی وجہ سے نیند بھر کر سوئے۔ اور شام کے قریب جاگے۔ چونکہ آپ بھوکے تھے۔ آپنے کھانا کھایا اور اپنے اندر کافی طاقت پاکر آپنے یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ اپنے دوستوں میں جاکر اپنے کام کو شروع کریں۔ لیکن احباب نے اصرار کیا کہ ایسا ارادہ آپ ہرگز خیال میں نہ لاویں وجہ یہ کہ آپ بہت کمزور ہو رہے تھے اور یہ بھی ڈر تھا کہ کوئی آپ کو پکڑ نہ لے اور پھر سولی پر چڑھا وے۔ لیکن حضرت مسیح نے کہا کہ خدا کا حکم میرے لیئے زیادہ طاقتور ہے بنسبت خوف کے اور آخر کار اپنے دوستوں سے منوالیا کہ آپ باہر دنیا میں جائیں۔ اس سلسلہ کے بزرگوں نے چند احتیاطیں آپسے کروائیں۔ انہوں نے ایک چغہ آپکو دیا کہ اسمیں اپنے آپ کو لپیٹ لیں تاکہ لوگ آپکو پہچان نہ سکیں اور ایک نو مرید کو پیچھے پیچھے روانہ کیا کہ وہ آپ کی خبر گیری رکھے اور راستہ میں جو جو اس فرقہ کا آدمی ملے اُنکو اس امر سے خفیہ اطلاع دے۔ اسکو حکم دیا گیا کہ سوائے اپنے فرقہ کے لوگوں کے اور کسی کے پاس نہ ٹھہرے اور شاہ راہ پر سفر نہ کرنے دے۔ ان ہدایات پر عمل کرکے حضرت مسیح ایماؤس کی طرف چل نکلے۔ یہ جگہ یروشلم سے کچھ ہی فاصلہ پر واقع تھی۔ اس سڑک پر آپنے اپنے شاگردوں کو پہچان کر انسے گفتگو کرنی شروع کردی۔ مگر جب تک کہ آپ اُنکے ساتھ ایک شخص کے گھر میں نہ ٹھہرے انہیں یہ پتہ نہ لگا۔

کہ آپ انکے اُستاد و مرشد ہیں۔ اور چونکہ آپ اپنا راز لوگوں پر کھولنا نہیں چاہتے تھے ان لیئے آپ چپکے سے دروازے میں سے نکل گئے اور ایک ایسینی کے گھر جا ٹھہرے۔ یہ دونوں شاگرد فوراً یروشلم کو واپس ہوئے تاکہ دوسرے شاگردوں کو بھی اس امر کی اطلاع دیں جو انکے ساتھ واقع ہوا۔ حضرت مسیح نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ آپ یروشلم کو واپس ہو لیں تاکہ اپنے شاگردوں کی مُردہ امیدوں کو از سر نو تازہ کریں۔ آپکے ایسینی دوستوں نے ایک گدھا آپکی سواری کیلیئے دیا اور وہ نو مرید اس واپسی کے سفر میں آپکے ساتھ ہو لیا۔ جبکہ آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپکے داخل ہونیسے کچھ عرصہ پہلے ایک ایسینی کے مکان پر آپکے شاگرد جمع ہوئے ہوئے تھے۔ اور دروازے بند کرکے آپکے مردوں میں سے زندہ ہو جانیکے امکان پر بحث کر رہے تھے۔ اس خفیہ کونسل کے درمیان حضرت مسیح ایک چور دروازہ کی راہ سے داخل ہوئے اور تمام شاگرد آپکو دیکھکر حیران ہو گئے لیکن حضرت مسیح انسے باتیں کرنے لگے۔ انکو تسلی دی اور اچھی طرح سے انکو ثابت کرکے بتلایا کہ میں وہی انسان ہوں جو پہلے تھا اور اُسی گوشت پوست کا بنا ہوا ہوں۔ تب آپنے کھانا مانگا اور روٹی شہد اور مچھلی جو شاگردوں نے مہیا کی تھی ان میں سے سیر ہو کر کھایا تب آپنے انکو بتلایا کہ میں تم میں بہت نہیں ٹھہر سکتا اور نہ ہی میں بتلا سکتا ہوں کہ میں کہاں جاؤں گا۔ یہاں سے پھر اُسی گدھے پر سوار ہو کر آپ ایک ایسینی بزرگ کے گھر تشریف لے گئے جو زیتون کے پہاڑ کے بالکل نزدیک رہتا تھا۔ اور وہ جوان جو اِن سفروں میں آپکے ہمراہ رہ چکا تھا نقودیمس اور یوسف کے پاس گیا اور انکو جو کچھ واقعہ ہوا تھا سب کہہ سنایا۔

حضرت مسیح کی آئندہ حفاظت کے لیئے فوراً ایسینی بھائیوں کی ایک کمیٹی کیگئی۔ اس مجلس میں یہ امر قرار پایا کہ حضرت مسیح کو فوراً ایک وادی میں پہنچایا جائے جو جنوب تھا اور بحیرہ احمر کے پاس ہی تھی۔ یہاں حضرت مسیح حضرت یحییٰ کے ساتھ رہ چکے تھے جبکہ وہ دونوں صاحبان ایسینی فرقہ میں داخل ہوئے تھے اور چونکہ اسجگہ اس سلسلہ کے لوگ اکثر موجود تھے لہذا اسجگہ کو آپکے لیئے مناسب سمجھا گیا۔ یہاں آپ کا سات روز تک قیام رہا۔ اسکے بعد آپ کو خبر پہنچی کہ آپکے شاگردوں میں سے ایک تھوما نامی اس بات سے انکار کرتا ہے کہ آپ کبھی زندہ

ہوئے ہوں۔ اسلیئے اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان شاگردوں کے جوش پر پانی پھر جائے آپنے اپنے شاگردوں میں جانے کی خواہش کی۔ جب انکے پاس آئے تو آپنے یقین نہ لانیوالے تھوما کے شک و شبہات کو رفع کیا اور انکو اپنا پہلو کا زخم دکھایا۔ یہاں سے آپ لعزر کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں آپ اپنی والدہ اور ہمشیروں سے ملے۔ لیکن جسوقت آپ بیتھیا میں بیٹھے ہوئے تھے اسوقت ایک مصیبت آپکے لیئے تیار ہو رہی تھی سردار کاہن کو پتہ لگ گیا تھا کہ حضرت مسیح بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھے گئے ہیں حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کے بعد اسکو یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ کسی طرح یوسف کو گرفتار کروائے جب یہ خبر تمام سلسلہ کو پہنچی تو انکو ڈر ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ حضرت مسیح بھی ساتھ ہی گرفتار ہو گئے ہوں۔ اسلیئے دو ممبروں کو انکی تلاش میں روانہ کیا گیا جنہوں نے کہ آپکو لعزر کے گھر پایا اب یہ مناسب سمجھا گیا کہ آپ جلیل کی طرف چلے جاویں۔ آپکے شاگرد پہلے ہی سے جا چکے تھے۔ کیونکہ اس امر کیلیئے انکو ہدایات پہلے ہی مل چکی تھیں۔ کوہ کارمیل کے دامن میں ان ایسینیوں کی ایک جگہ تھی اسلیئے ملاقات کے لیئے یہی جگہ چنی گئی کیونکہ یہاں دشمن کا کوئی خطرہ نہ تھا اور آبادی سے یہ جگہ بہت دور اور بے تعلق پڑی ہوئی تھی۔ کئی ایک دن امن چین سے گذرے جن کی اثنا میں آپ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے رہے اور وعظ و نصیحت کرتے رہے لیکن دشمن کے جاسوس یہاں پیچھے لگے ہوئے تھے لہذا آپکو مجبوراً یہ جگہ بھی چھوڑنی پڑی۔ پس اسکے بعد آپنے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم بیتھابارا کو جاؤ وہاں میں تمہاری انتظار کرونگا۔ اسطرح آپ اپنے دن گذارتے رہے۔ بعض دفعہ تو شاگرد آپکے ساتھ ہوتے تھے اور بعض دفعہ آپکو تنہا رہنا پڑتا تھا۔ اس عجیب کہانی کا آخری حصہ اسطرح سے بیان کیا گیا ہے۔

"اسپر آپنے تمام شاگردوں کو اکٹھا کیا اور شہر میں سے ہوتے ہوئے دروازہ سے نکلکر اس وادی میں چلے گئے جسکا نام جوزافت (یوزآسف) ہے ...... اسکے بعد پھر حضرت مسیح اپنے شاگردوں کو اس جگہ لے گئے جو انکو بہت پیاری تھی۔ یعنی زیتون کے پہاڑ کی چوٹی کے نزدیک اور جہاں سے قریباً تمام ملک شام کا نظارہ بخوبی ہو سکتا ہے .... چیدہ چیدہ شاگردوں کا یہی خیال تھا کہ آپ انکو بیتھنیا لے جائیں گے لیکن بعض ایسینی بزرگ پہاڑ کی دوسری

طرف اکٹھے ہوئے ہوئے تھے۔ اور حضرت مسیح کا انتظار کر رہے تھے جیسا کہ پہلے انکے درمیان یہ امر طے ہو چکا تھا۔......... اس کے بعد آپ نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی کہ تسلّی رکھو اور ایمان میں مضبوط رہو۔....... آپ انہی باتوں میں ہی مشغول تھے کہ اس سلسلہ کے بزرگان نے کہلا بھیجا کہ وقت تنگ ہو گیا ہے۔ اور وہ آپ کی انتظار میں کھڑے ہیں۔

جبکہ تمام شاگرد سربسجود ہو گئے تو انکی نظریں سب زمین کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ حضرت مسیح اُٹھے اور جلدی سے اُترتی ہوئی دُھند میں سے ہو کر دوسری طرف چلے گئے۔ جبکہ تمام شاگرد سجدہ سے اُٹھے تو اُنکے سامنے اس فرقہ کے دو آدمی سفید پوشاک پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ انہوں نے ان حواریوں کو بتلایا کہ حضرت مسیح کی اب انتظاری مت کرو کیونکہ وہ چلے گئے ہیں۔ یہ کہکر وہ ہر دو بھی جلدی سے پہاڑ کے نیچے اُتر آئے...... لیکن تمام شہر میں یہ مشہور ہو گیا۔ کہ حضرت مسیح کو بادلوں نے اُٹھا لیا ہے۔ اور آپکو جنت میں لے گئے ہیں۔ آپکے شاگردوں نے اس امر کی تردید نہ کی کیونکہ اس سے انکے اعتقاد اور ایمان کو زیادہ تقویت پہنچتی تھی اور ان لوگوں پر خاص طرح کا اثر ہوتا تھا جنکو ایمان لانیکے لیئے ایک معجزہ کی ضرورت ہوتی تھی واقعہ صلیب کے قریباً چھ مہینے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح کی وفات کا بھی ذکر ہو رہا ہے۔ خواہ یہ مذکورہ بالا بیان صحیح ہو یا غلط ایک فہیم شخص کے لیئے اور کوئی راہ ہی نہیں۔ اور انجیلوں کے اندر جو واقعات مذکور ہیں انکو پڑھکر سوائے اس نتیجہ کے اور کسی نتیجہ پر ایک دانا شخص نہیں پہنچ سکتا۔ یہ واقعہ ایسے طور سے بیان کیا گیا ہے کہ انجیلوں میں بظاہر جس قدر متضاد باتیں ہیں ان سب کو واضح اور صاف کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس چٹھی کا وہ حصّہ جسمیں یہ لکھا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آنحضرت بہت جلد وفات پا گئے کچھ بے بنیاد سا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت مسیح کی قبر ابھی تک سری نگر کشمیر میں موجود ہے جسکو لوگ یوز آسف کی قبر کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کا اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر جانا ہی موت کے برابر سمجھا گیا ہو۔ اس چٹھی کا یہ فقرہ کہ یوز آسف نام وادی میں آپ چلے گئے۔ آپ کا تعلق یوز آسف نام سے ظاہر کرتا ہے۔

تناسخ

دسمبر کے انگریزی رسالہ میں جو مضمون "ویدوں کا خدا اور تناسخ" شائع ہوا ہے اسپر ڈاکٹر ایل.پی.ورما صاحب چند اعتراض لکھتے ہیں۔ خاص اعتراض تین ہیں۔

(۱) یہ خیال کہ خدا تعالیٰ نئی روحیں اور نیا مادہ پیدا نہیں کرسکتا ویدوں کی کسی شرتی پر مبنی نہیں بلکہ مضمون نویس کے خیال کی ایجاد ہے۔

(۲) ہندوؤں کا یہ عقیدہ نہیں کہ نجات دائمی نہیں۔

(۳) ویدوں کے رو سے اگر انسان سچے طور سے توبہ کرے تو اسکے گناہ یا تو بالکل معاف ہوجاتے ہیں یا اسکو بہت ہی ہلکی سی سزا دیجاتی ہے۔ اور تناسخ کے رو سے جو یہ پایا جاتا ہے کہ ہر گناہ کی سزا لابدی ہے اور کوئی عفو نہیں یہ صرف ان گناہ گاروں کے لیئے ہے جو اپنے گناہوں سے باز نہیں آتے بلکہ انپر مصر ہیں۔

معترض کا یہ خیال ہے کہ ہم نے بغیر کسی مستند ہندو کتاب کے دیکھنے کے یہ آرٹیکل شائع کردیا ہے اسلیئے آپ چاہتے ہیں کہ ہم کسی وید کی شرتی یا کسی اور مستند کتاب کا حوالہ دیں جس سے ہمارا مطلب ادا ہوتا ہو۔ اسلیئے یہ واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ اصل میں وہ آرٹیکل حضرت مسیح موعودؑ کی جدید تصنیف چشمۂ معرفت کے ایک حصّہ کا ترجمہ تھا۔ خود آرٹیکل میں اس امر کا حوالہ دیا جاچکا ہے۔ اور ہم مسٹر ورما کو یقین دلاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا ہرگز ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ وہ دل آزاری اور عیب جوئی کے طور پر مضمون لکھیں۔ آپ ویدوں کی بڑی تکریم کرتے تھے۔ اور انکی اسقدر عزت آپکے دل میں تھی کہ آپ انکو خدا کا کلام سمجھتے تھے اگرچہ آپکا یہ بھی خیال تھا کہ جسطرح قرآن کریم کو مستثنیٰ کرکے اور آسمانی کتابوں میں تبدیل و تحریف ہوئی ہے ویسی ہی ان میں بھی ہوئی ہے "پیغام صلح" جو چشمۂ معرفت کے قریباً دو ہفتہ بعد لکھی گئی اسکے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ آپکے دل میں ہندوؤں کی آسمانی کتابوں کی کسقدر قدر و منزلت تھی۔ لیکن دقت یہ آپڑی ہے کہ بہت سے ہندوؤں کے

عقائد ہیں جو بالکل ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ ہم کس کو ویدوں کے مطابق اور کسے ویدوں کے خلاف کہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابھی تک کسی زبان میں ویدوں کا مکمل اور مستند ترجمہ شائع نہیں ہوا لہذا ہمیں انہی کتب سے سند لینی پڑتی ہے جس کو ہندوؤں کے ایک اعلیٰ اور روشن خیال طبقہ نے مان لیا ہو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند کی تصنیف ستیارتھ پرکاش ایک ایسی کتاب ہے جسکو ویدوں کا عکس کہا جا سکتا ہے کیونکہ تعلیم یافتہ ہندوؤں کے ایک بڑے طبقہ نے اسکو مستند کتاب مان لیا ہے۔ واقع میں اس کتاب کو انہوں نے بغیر کسی قسم کے نقص کے مانا ہے اور اسکو ایسا ہی کامل خیال کیا جاتا ہے جیسے کہ وید خود ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ پرانے خیال کے ہندو سوامی صاحب کے بعض خیالات سے متفق نہیں جیسے کہ نیوگ جسے سوامی صاحب تو خالص وید کی تعلیم قرار دیتے ہیں لیکن دوسرے لوگ بالکل انکار کرتے ہیں۔ باوجود ان تمام باتوں کے جب تک کہ ویدوں کا کوئی اور مستند ترجمہ شائع نہیں ہوتا اسوقت تک ستیارتھ پرکاش وید کی تعلیم کے متعلق سب سے زیادہ مستند اور معتبر تفسیر سمجھی جاوے گی۔ اور جو شخص وید کی تعلیم کو تنقیدی طور سے دیکھنا چاہیگا اس کا یہ حق ہوگا کہ ہندو مذہب کے متعلق معلومات بڑھانے کیلئے یا تحقیقات کرنے کیلئے ہندو مذہب کے اس نئے شعبے کی سب سے معتبر کتاب کی طرف توجہ کرے۔ یہ بھی بیان کر دینا ہمارا فرض ہے کہ چشمۂ معرفت خاص طور سے سوامی دیانند اور ستیارتھ پرکاش کے رد میں لکھی گئی تھی۔ جیسا کہ خود آرٹیکل مذکور کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے۔

ہمیں یہ علم نہیں کہ مسٹر ورما آریہ سماج میں داخل ہیں یا نہیں لیکن جو کچھ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اس سے صاف طور سے پتہ لگتا ہے کہ مصنف نے اگر یہ متنازعہ فیہ مسائل ویدوں کی طرف منسوب کیا ہے تو وہ حق بجانب ہے کیونکہ ستیارتھ پرکاش میں ایسا ہی لکھا ہے۔ کچھ ہی ہو یہ مصنف کے خیال کا نتیجہ نہیں۔ اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ جو جو باتیں اس آرٹیکل میں ہندو مذہب کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور جن کی سچائی پر مسٹر ورما کو کچھ شک ہے۔ وہ سب باتیں ستیارتھ پرکاش میں درج ہیں اور ستیارتھ پرکاش والے اپنی باتوں کے ثبوت کے لیئے ویدوں کے حوالے دیتے ہیں۔

عارضی نجات کا عقیدہ اور خدا تعالیٰ کا نئی روحوں کا پیدا نہ کر سکتا دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرا نہیں ٹھہر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش نے ان ہر دو باتوں پر ایک ہی جگہ بحث کی ہے۔ تمام ستیارتھ پرکاش سوال وجواب کے طور پر لکھی گئی ہے اور ذیل کا سوال نجات کی مدت کے متعلق نویں باب صفحہ ۲۷۱ پر اسطرح درج ہے۔

"جیو مکتی پاکر پھر کبھی پیدا ہونے اور مرنے کے دکھ میں آتے ہیں یا نہیں؟ چندوگ اپنشد میں لکھا ہے کہ جیو کبھی بھی مکتی پاکر پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتی۔ گیتا کہتی ہے "کہ وہ اعلیٰ درجہ کی حالت جس میں پہنچکر جیو پھر نہیں گرتی (یعنی اس دنیا میں واپس نہیں آتی) وہ میں ہوں" ان اقتباسات سے پتہ چلتا ہے کہ روح کی نجات یافتہ حالت صرف وہی ہے جس سے یہ اس دنیا کی طرف پھر واپس نہیں آتی۔ اب آپکی اس میں کیا رائے ہے؟"

اس سوال کا جواب سوامی دیانند رگوید۔ ا۔۲۴ ! اور ا نقل کر کے یوں دیتے ہیں "یہ غلط ہے کہ مکتی یافتہ روح پھر اس دنیا کی طرف واپس نہیں آتی کیونکہ وید اس کے مخالف ہیں "ہم لوگ کس کا نام پاک سمجھیں۔ کون غیر فانی اشیاء کے درمیان جلوہ گر دیوتا ہمیشہ نور مطلق ہے اور ہم کو مکتی کا سکھ بھگوا کر پھر اس دنیا میں جنم دیتا اور ماں باپ کا دیدار دکھاتا ہے...... ہم اس منور بالذات قدیم دائمی مکت پرماتما کا نام پاک سمجھیں جو ہمکو مکتی میں آنند بھگوا کر پھر دنیا میں ماں باپ کے تعلق سے جنم دیکر ماں باپ کا دیدار دکھاتا ہے وہی پرماتما مکتی کی آئین بندی کرنیوالا اور سب کا مالک ہے اسوقت جو نبدھ اور مکت ہیں ویسے ہی ہمیشہ رہتے ہیں۔ نبدھ اور مکتی کا غایت انقطاع ہرگز نہیں ہوتا یعنی نبدھ اور مکتی ہمیشہ نہیں رہتے ہیں"

پھر اسکے بعد اس مکتی کے زمانہ کا حساب کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ مکتی کا زمانہ ۳۱ کھرب گیارہ ارب اور چار کروڑ سال تک رہتا ہے۔ (۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰)

---

† یہ عبارت جو آگے آتی ہے رگوید کی ہے۔ جسکا حوالہ اوپر درج ہے۔ منہ

پھر اسکے بعد اعتراض کرنیوالا کہتا ہے کہ دائمی مکتی کو تمام دنیا مانتی ہے جس سے روح پھر اس دنیا میں نہیں آتی۔ سوامی جی اسکو یہ کہکر رد کر دیتے ہیں کہ ویدوں کے علاوہ یہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ معترض کے اعتراض کے جواب میں آپنے تین دلائل لکھے ہیں جن میں آخری جواب اسطرح ہے "اور اگر مکتی سے لوٹ کر کوئی بھی جیو اس دنیا میں نہ آوے تو دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جانا چاہیئے یعنی جیو ختم ہو جانے چاہئیں"۔

اس جواب سے پھر معترض کو سوال اُٹھتا ہے اور وہ کہتا ہے "جسقدر جیو مکت ہوتے ہیں ایشور اُسی قدر نئے پیدا کر کے دنیا میں رکھدیتا ہے اس لیئے خاتمہ نہیں ہوتا" اسی سوال کے جواب میں سوامی جی صاف لفظوں میں ایشور کے خالق ہونیسے انکار کرتے ہیں۔ آپ ذیل کے دلائل اپنی بات ثابت کرنیکے لیئے دیتے ہیں (۱) "اگر ایسا ہے تو جیو غیر مدامی ہو جاویں کیونکہ جس کی پیدائش ہوتی ہے اسکی فنا ضرور ہوتی ہے"۔

(۲) "نیز مکتی کے مقام پر بہت سی بھیڑ بھاڑ ہو جاویگی کیونکہ آمد زیادہ اور نکاس کچھ بھی نہ ہونے کیوجہ سے وہاں افزونی کا کچھ وار پار نہ رہیگا" بہشت کی ماہیت کو سوامی جی نے خوب سمجھا ہے گویا بہشت نہ ہوا ایک باڑا ہوا جو چند ہی بھیڑوں (آدمیوں) کے لیئے کافی ہوگا"۔

(۳) "دُکھ کے احساس کے بغیر سُکھ کبھی نہیں ہو سکتا جیسے کڑوا نہ ہو تو میٹھا کیا"۔ لیکن اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ سُکھ کے ساتھ ساتھ ہی دُکھ ہے یعنی ایک ہی وقت میں سُکھ اور دُکھ دونوں ہو رہے ہوں۔ سوامی جی کے مسلمات کے مطابق جو شخص تین کھرب سے زیادہ عرصہ تک مکتی کا مزہ اُٹھا سکتا ہے اور اسکو کسی قسم کا دُکھ لاحق ہونیکی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہی شخص ہمیشگی کے لیئے اس راحت کا مزا اُٹھا سکتا ہے۔

(۴) دائمی مکت کو عمر قید کے نام سے یاد کیا ہے اور کہا ہے کہ تھوڑی قید عمر قید سے اچھی ہے۔

(۵) لیکن سب سے اعلیٰ اور بڑی دلیل جو دی ہے وہ یہ ہے "نیز اگر پرمیشور نئے جیو پیدا کرتا ہے تو جس مادے سے پیدا ہوتے ہیں وہ ختم ہو جائیگا کیونکہ چاہے کتنا ہی بڑا خزانہ ہو اس میں اگر خرچ ہے اور آمد نہیں تو اسکا کبھی نہ کبھی دیوالہ نکل جانا ہی

اس لیئے یہی آئین صحیح ہے کہ مکتی میں جانا پھر وہاں سے واپس آنا اور یہی اچھا ہے "

ہم امید کرتے ہیں کہ مسٹر ورما اب اچھی طرح سے سمجھ جائیں گے کہ وہ باتیں جو ہماری طرف منسوب کیجاتی ہیں وہ مصنف کے اپنے خیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اصول ہیں جن کو آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنی تائید کے لیئے جابجا وید کی شرتیوں کا حوالہ دیا ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ ان ستونوں کے سوا تناسخ ارواح کا مسئلہ بھی قائم نہیں رہ سکتا اگر یہ ثابت ہوجائے اور مان لیا جاوے کہ پرمیشور روحوں کو خلق کرسکتا ہے تو پھر اسکا لازمی نتیجہ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ جس حالت میں وہ چاہے روحوں کو رکھے۔ لیکن اگر اسکو مانا جاوے تو تناسخ ارواح کا انکار کرنا پڑیگا کیونکہ تناسخ کا مسئلہ اس لیئے دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے تا دنیا میں جو اختلاف ہے اسکی وجہ بیان کر دیجائے۔ دوسرے الفاظ میں تناسخ کے ماننے والا کہتا ہے کہ دنیا میں اختلاف کے ہونیکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی جبتک یہ نہ مانا جاوے کہ یہ پہلے جنم کے کرموں کا پھل ہے۔ اگر وہ یہ مانتا ہے کہ خدا تعالیٰ روحوں کا خالق ہے تو پھر اُسے پہلے جنم کے کرموں کے پیش کرنیکی ضرورت نہیں۔ اسطرح تناسخ ارواح کا عقیدہ خدا کے خالق ہونیکے انکار پر مبنی ہے اس لیئے تناسخ کو ماننے والے کا یہ کہنا کہ خدا نئی روحیں پیدا کرسکتا ہے یا وہ خالق ارواح ہے بالکل پوچ ہے اور جب یہ مان لیا کہ خدا نئی ارواح پیدا نہیں کرسکتا تو محدود زمانہ تک مکتی کا ماننا ایک ضروری نتیجہ ہے کیونکہ اگر دائمی مکتی دیجاوے تو ایک زمانہ ایسا بھی آجائیگا کہ خدا کے ہاتھ ایک بھی روح نہ رہے گی جسپر وہ حکومت کرسکے۔

ہمیں بڑے افسوس سے یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں مسٹر ورما کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ویدوں کی رو سے یہ ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور سے توبہ کرے اور اپنے گناہوں سے پشیمان ہو تو اس کے گناہ بخشے جاسکتے ہیں نہ صرف اس لیئے کہ یہ مسئلہ تناسخ ارواح کے مخالف پڑا ہوا ہے بلکہ اسلیئے بھی کہ سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں صاف طور سے اس امر کا انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنیکے لیئے وید کی شرتیوں کا حوالہ دیا ہے۔ قرآن شریف کی اس تعلیم پر نکتہ چینی کرتے ہوئے جس میں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی

شخص سچے طور سے توبہ کرے اور اپنے پچھلے گناہوں سے نادم ہو اور یہ اسکی توبہ اصلاح کی غرض سے ہو تو خدا تعالیٰ اسکے گناہ بخش دیتا ہے سوامی جی ریمارک کرتے ہیں کہ اگر کوئی خفیف سا گناہ بھی بغیر سزا کے چھوٹ جائیگا تو وہ چھوٹا سا گناہ تمام دنیا کو گناہوں سے بھر دے گا۔ ستیارتھ پرکاش کے ساتویں سملاس میں لکھا ہے کہ رحم اور انصاف ایک ہی معنے رکھتے ہیں۔ اسکے خلاف امر خدا کی شان کے خلاف ہے کیونکہ یہ انصاف کے قواعد کے بالکل خلاف ہے۔ اس سے آگے سوامی جی اپنے پیروؤں کو بتلاتے ہیں کہ ایشور کے حضور اس طرح پرارتھنا کرنی چاہیئے اور ان دعاؤں میں جو لفظاً لفظاً ویدوں سے نقل کر کے وہاں لکھی گئی ہیں ایک لفظ بھی ایسا درج نہیں جس سے گناہوں کی معافی کا استدلال ہو سکے اور نہ ہی کوئی دعا گناہوں کی معافی کے لیئے وید سکھاتے ہیں صفحہ ۲۰۵۔ اسکے چند صفحے آگے چلکر سوامی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں۔

سوال۔ " ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہیں؟"

نوٹ:۔ اس سوال میں بھگتوں اور خدا کے برگزیدہ لوگوں کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہے اور ایسے فاسقوں کے گناہوں کا ذکر نہیں جو اپنے گناہوں پر مصر رہنے والے ہوں یہاں گیانیوں کی پاپوں کا ذکر ہے جو ایشور کے سچے پرستار ہیں مگر جنہیں بشری نقص ضرور موجود ہیں لیکن باوجود اسکے وہ ہمیشہ اپنے گناہوں سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں۔ مگر سوامی جی کا جواب قابل غور ہے۔

جواب۔ " نہیں اگر وہ پاپ معاف کرے تو اسکا انصاف جاتا ہے اور تمام انسان سخت پاپی ہو جاویں کیونکہ درگذر کے سنتے ہی انکو پاپ کرنے میں بے خوفی اور حوصلہ پیدا ہو جاوے ...... اس لیئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا۔"

پس معلوم ہوا کہ ڈاکٹر ورما صاحب کا یہ خیال کہ ویدوں کے رو سے خدا ان لوگوں کے گناہ معاف فرماتا ہے جو سچے دل سے توبہ کریں اور سزا صرف انہی کے لیئے مقدر ہے جو اپنے گناہوں پر اصرار کریں بالکل غلط ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ انسانی فطرت

اسی بات کو چاہتی ہے۔ اور سلیم فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے کہ اس عقیدہ کو قبول کرے مگر وہ زندہ کتاب جو اس انسانی فطرت کے اس سچے تقاضا کو پورا کرتی ہے وہ قرآن کریم ہے نہ وید۔ طالب حق کی غرض تو حق بات کو قبول کرنا ہونی چاہیئے نہ کسی خاص کتاب کی پاسداری اور ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر درما ویدوں میں ان باتوں کو نہ پاکر جنکو انکی سلیم فطرت نے حق قرار دیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی زندہ کتاب قرآن شریف کی طرف رجوع کرنے میں مضائقہ نہ کریں گے۔

انسانی روح کے متعلق ویدک فلاسفی

تناسخ یعنی اواگون کے ماننے والے ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ پرمیشور نے کسی روح کو خود پیدا نہیں کیا بلکہ اُس کے پاس ازلی ابدی روحوں کا ایک ذخیرہ ہے جنکو وہ انکے اعمال کے انوسار (مطابق) بار بار مختلف انسانی یا حیوانی اجسام میں بذریعہ تناسخ داخل کرتا رہتا اور دنیا کے سلسلہ کو چلاتا رہتا ہے اگر خدا کو روح کا خالق نہ مانا جاوے اور اُسکے ساتھ ہی روحوں کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں جانیکا عقیدہ بھی رکھا جاوے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس طریقہ سے روح ایک جسم کو چھوڑکر دوسرے نئے جسم کو اختیار کرتی ہے اور وہ اثناء جو کہ ایک قالب سے دوسرے قالب میں جانیکے لیئے لگتا ہے کہاں اور کسطرح گذارتی ہے۔ یہ ایک سوال ہے جس نے کہ اس عقیدہ کے قائلین کو سخت ہی پریشانی اور مشکلات میں ڈالا ہوا ہے اور اسکے حل کرنیکے لیئے انہوں نے بہت کوشش کی ہے مگر وہ تمام بیفائدہ اور بے سود۔ چنانچہ سوامی دیانند نے جسکو کہ ہندوؤں کا ایک بڑا گروہ یعنی آریہ سماج اس موجودہ زمانہ میں ویدوں کا سب سے اعلیٰ مفسر اور اُنکے ٹھیک اور صحیح معنے کرنیوالا یقین کرتا ہے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش (ایڈیشن ۱۸۷۵) کے صفحہ ۲۶۳ آٹھویں سمولاس میں بحوالہ وید اسطرح سے اسکی حقیقت کو بیان کیا ہے جو اپنی لغویت میں بے مثل ہے اس سوال کے جواب میں کہ جنم اور موت

وغیرہ کسطرح سے ہوتے ہیں سوامی صاحب نے لکھا ہے وہ لنگ شریر یعنی جسم دقیق (روح) اور ستھول شریر یعنی جسم کثیف ملکر جب ظاہر ہوتے ہیں تب اُسکا نام جنم یعنی پیدائش ہوتا ہے اور دونوں کی علیحدگی سے غائب ہوجانیکو موت کہتے ہیں سواطرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گردش کرتی ہے اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتے ہوئے پانی یا کسی اناج یا ہوا میں ملتی ہے پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹی کے ساتھ مل جاتی ہے تو جیسے جسکے افعال کا اثر یعنی جتنا جسکو سُکھ یا دُکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم میں مل کے شکم مادر میں داخل ہوجاتی ہے پھر جب حیوان یا انسان میں وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اُسکے جسم کے حصہ کی کشش سے اسکا جسم بنتا ہے اسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے روح نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنوں کے ساتھ اوپر کو کھینچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ داوس کی طرح زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے پھر بموجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے" دیانند کے مذکورہ بالا طریق کے مطابق روح گویا جب جسم کو چھوڑتی ہے تو سورج کی گرمی سے رقیق ہوکر بخارات کی شکل اختیار کرکے آسمان کی طرف چلی جاتی ہے اور اوپر ہوائی طبقات میں اُڑتی رہتی ہے یہانتک کہ جب رات ہوتی ہے تو پھر چاند کی ٹھنڈی کرنوں سے سرد ہوکر شبنم کی طرح زمین کی سطح پر نباتات یا درختوں کے پتوں پر گر پڑتی ہے جسکو پھر کوئی اسی جنس کا مادہ آکر کھالیتا ہے جس جنس میں اس نے اپنے سابقہ اعمال کے بموجب جنم لینا تھا خواہ وہ کھانیوالی عورت ہو یا کتی ہو یا بلی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اگر روح کے اعمال اس لائق ہوں کہ وہ گدھی کا جسم دھارن کرے تو وہ گھاس پر پڑی ہوئی روح فوراً انکار کردیگی اگر کوئی گھوڑی یا دوسرا جانور اُسکو کھانیکے لئے آئیگا۔ پھر اسپر بھی طرفہ یہ کہ کوئی نر اس گھاس کو ہرگز نہیں چکھ سکتا بلکہ یہ نعمت بے بہا ویدوں نے عورتوں کو ہی عطا کی ہے

ہندو شریعت کے مطابق جبکہ ایک ادنےٰ سے جانور کو بھی ماردینا گناہ خیال کیا جاتا ہے تو پھر ہم نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ کیوں گھاس پر سے گذرتے اور ہزاروں روحوں کا خون کر جاتے ہیں انکو چاہیئے کہ جب سیر کو نکلا کریں تو جہاں کہیں گھاس پات ہو

وہاں بہت ہی احتیاط سے قدم رکھا کروں مبادا کوئی غریب روح کچلی جائے کیونکہ جب کہ روح کو ایک عورت کھا سکتی ہے تو کیا وجہ کہ وہ پھر پاؤں کے نیچے آکر کچلی نہ جاوے پھر ایک اور لطیفہ سنیئے وہ یہ کہ جبکہ صرف چاندنی راتوں میں ہی چاندکی کرنوں سے روحیں زمین کی سطح پر آکر گرینگی تو ان راتوں میں جن میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے اور آسمان بادلوں سے گھرا ہوا ہوتا ہے یا چاند نہیں چڑھتا کوئی روح بھی زمین پر نہیں آئے گی بلکہ وہ کہیں آسمان اور زمین کے درمیان ہوا میں ہی بھٹکتی پھریگی تو پھر ایسی حالت میں تو چاہیئے کہ جتنی پیدائش ہوتی ہے وہ سب کی سب چاندنی راتوں کے بعد ہی ہوا کرے اور اندھیری راتوں کے بعد کا وقت پیدائش سے بالکل خالی رہے حالانکہ اگر پیدائش کی رپورٹوں کو دیکھا جاوے تو کوئی ہفتہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں کوئی پیدائش نہ ہوئی ہو۔

ان سب باتوں کو چھوڑکر اگر ہم تھوڑی دیر کے لیئے اس بات کو بھی تسلیم کرلیں کہ واقعی سورج کی کرنیں ہی روح کو اپنی طرف کھینچتی ہیں تو پھر ساتھ ہی لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کبھی کوئی انسان یا حیوان پیدا ہی نہ ہو حالانکہ مشاہدہ صریح اسکے خلاف بتلاتا ہے۔ رات کو جب روح زمین پر کسی گھاس پات پر گرتی ہے تو وہ ساری رات تو وہیں پڑی رہتی ہے مگر جب صبح ہوتی ہے اور سورج نمودار ہوکر اپنی کرنوں کو چاروں طرف پھیلاتا ہے تو اس حالت میں آریوں کے ماننے ہوئے اصول کے مطابق کیا کوئی روح زمین پر رہے گی ہرگز نہیں بلکہ سورج کی کرنیں اسی طرح اُسکو کھینچ لیں گی جسطرح کہ انہوں نے اسکو پہلے جسم چھوڑنے پر کھینچ لیا تھا اگر کوئی یہ کہے کہ سورج کی کرنیں اتنی ایسی تیز نہیں ہوتی ہیں کہ وہ روحوں کو اپنی طرف کھینچنے کے قابل ہوسکیں اور ہم انکے تیز ہونے سے پہلے ہی سبزی وغیرہ کو گھروں میں لاکر کھالیتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ آخر پکاکر ہی کھاتے ہونگے کیونکہ ایسا کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی انسان کچی سبزی کھاتا ہو اور پکانے کی حالت میں روح یقیناً آگ کی حرارت سے جل جاتی ہوگی۔ اور اگر ایسا بھی مان لیں کہ وہ نہیں پکتی ویسی ہی رہتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ وہ آگ

کی گرمی سے جو سورج کی گرمی سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے آبی بخارات کے ساتھ ملکر ہوا میں نہیں اُڑ جاتی۔

اس عقیدہ کی لغویت اس وجہ سے بھی بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بالکل عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے تمام عقلمند آدمی جانتے ہیں کہ روح کا تعلق صرف بچے کی والدہ سے نہیں ہوتا بلکہ والدہ اور والد دونوں سے ہوتا ہے اور روحانی اخلاق کا خمیر بچے کے وجود میں باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہوتا ہے نہ ان میں سے ایک کی طرف سے۔ مگر سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ روح صرف عورت میں داخل ہوتی ہے مرد میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ ہاں اگر سوامی صاحب یہ کہتے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر کسی بوٹی پر گرتی ہے جسکو مرد اور عورت دونوں کھا لیتے ہیں اور پھر دونوں کے میل کے ذریعہ مخلوط ہو جاتی ہے تب بھی کچھ بات تھی اگرچہ اسجگہ پھر دو مشکلات پیش آتے ہیں اول تو یہ کہ اس سے لازم آتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر گرے۔ دوسرے یہ ضروری ہے کہ جس روح کا نصف حصہ عورت کھاتی ہے ضروری ہے کہ اسی روح کا دوسرا نصف مرد کھائے۔ اور وہ مرد بھی اس عورت کا خاوند ہو یا نیوگ کی صورت میں اُس کا بیرج داتا ہو۔ پھر آجکل یہ بھی ممکن ہے کہ عورت مثلاً لاہور میں رہتی ہے اور خاوند یا نیوگ کی صورت میں بیرج داتا دہلی میں رہتا ہو اور دونوں ایک ہی دن روانہ ہو کر راستہ میں کسی مقام پر اکٹھے ہوں اور عورت کو حمل ٹھہر جاوے تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ شبنمی روح کا ایک نصف لاہور میں گرے اور دوسرا نصف دہلی میں گرے اور ان دونوں ٹکڑوں کو وہ مرد اور عورت کھالیں۔

ایک سوال اور بھی پوچھنا باقی رہ گیا ہے وہ یہ کہ جب کوئی انسان رات کے وقت جبکہ سورج کی کرنوں کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا مرتا ہے تو روح ایسی حالت میں اُسوقت تک جبکہ سورج نکلکر اُسکو اپنی طرف کھینچ لے کہاں رہتی ہے کیا وہ اُس گھر کے ارد گرد چکر لگاتی رہتی ہے یا اس مردہ شخص کی لاش کے ساتھ چمٹی رہتی ہے۔

ایسے ایسے بیہودہ اور لغو عقیدوں میں جیساکہ ہم اوپر ظاہر کر آئے ہیں ویدک کے پیراؤں نے اپنے تئیں پھنسا رکھا ہے کہ ان سے اب نکلنا ان کے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ یہ سب مشکلات اسی واسطے انکو پیش آرہی ہیں کہ وہ خداوند تعالیٰ کو روح کا خالق ماننے سے انکار کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے پرمیشر کو بے رحم۔ کینہ ور۔ بے انصاف اور ایسا کمزور ماننا پڑتا ہے کہ اپنے کسی وہ سچے پرستار کو دائمی نجات نہیں دے سکتا۔ کیونکہ دائمی نجات دینے سے روحوں کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے اور کارخانہ دنیا بند کرنا پڑتا ہے کیونکہ پرمیشر نئی روحیں پیدا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً پرانی روحوں کو مکتی خانہ سے نکالکر پھر دنیا میں لے آتا ہے۔ اگر وہ ایک دفعہ بھی ارواح اور مادہ کا خالق خداوند تعالیٰ کو مان لیویں تو پھر انکو ان تمام گندے عقیدوں کے اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے اور اپنے پرمیشر پر سے وہ تمام الزامات اُٹھا دیں جو کہ نہ ماننے کی صورت میں وہ لگا رہے ہیں۔

اس عقیدہ کا لغو اور بیہودہ ہونا اسی بات سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ آخر دیانند کے پیرووں کو بھی آئندہ اڈیشنوں میں سے شبنمی روح کا مسئلہ نکالدینا پڑا مگر انکا ستیارتھ پرکاش میں سے اس عقیدہ کا نکالدینا انکو بری نہیں ٹھہرا سکتا جبتک کہ وہ اس امر کا اعلان نہ کر دیں کہ ہمارے گرو دیانند نے ویدوں کے سمجھنے میں سخت غلطی کھائی ویدوں میں ایسی تعلیم ہرگز نہیں اور ساتھ ہی وہ اسکی جگہ پیدائش کی کوئی اور حقیقت لکھیں جو ہو بھی ویدوں میں سے اور ہو بھی اس سے اعلیٰ۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ آریہ سماج نے بہت ہی اخلاقی بہادری سے کام لیا ہے جو اُس نے ایسے گندے اور بیہودہ عقیدے کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا ہے تاہم یہ عقیدہ کوئی ایسا نہ تھا جسکے رہنے سے کسی دوسرے کو نقصان پہنچ سکے یا امن عامہ میں کوئی فرق آسکے بلکہ اس میں ایسے اور بہت سے مقامات ہیں جنکو ایسی کتاب میں سے خارج کر دینا ضروری اور لازمی ہے جس نے کہ لوگوں کی راہنمائی کا ٹھیکہ اُٹھایا ہوا ہو۔

مثال کے طور پر حکومت کا بھی مسئلہ ہے ستیارتھ پرکاش میں کچھ ایسی تعلیم دی گئی ہے جو سلطنت کی وفاداری اور جاں نثاری کے خیالات پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہم دیانند کی نیک نیتی پر کوئی چوٹ کریں بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس تعلیم کا اثر ان نوجوان طالبعلموں پر جن کو آریہ سکولوں میں یہ کتاب ضرور پڑھنی پڑتی ہے بہت بُرا پڑیگا۔

آریہ سماج کا سلطنت برطانیہ پر ایک بڑا بھاری احسان ہوگا اگر وہ ایسی تعلیم کو اس میں سے بالکل نکال دینگے اسی طرح دوسرا مسئلہ نیوگ کا ہے جس نے کہ تمام اخلاقی تعلیم کو ناش کر دیا ہے۔ مَیں نہیں یقین کرتا کہ کوئی باغیرت آریہ نیوگ پر عمل کر سکے اگرچہ وید اور ستیارتھ پرکاش ہردو کے رو سے ایسا کرنے کی اُسکو اجازت حاصل ہو پھر جب اس تعلیم پر کوئی معزز اور باغیرت آریہ عمل نہیں کر سکتا۔ تو پھر کیا ضرورت ہے کہ ایسی ناپاک تعلیم سے ستیارتھ پرکاش کے صفحوں کو گندہ کیا جاوے۔

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ

مدرسہ تعلیم الاسلام۔ مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی پروفیسر ٹریننگ کالج لاہور سکول کی ہیڈ ماسٹری کے لیئے آنیوالے ہیں۔ حکام سررشتہ تعلیم نے ایک عرصہ کے لیئے آپکی خدمات ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ اسکے لیئے انکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے احباب کو اپنے بچے یہاں بھیجکر مولوی صاحب کی خدمات کی قدر کرنی چاہیئے۔ امتحان انٹرنس میں طلبار چلے جانیسے مدرسہ اور بورڈنگ میں لڑکوں کی کمی ہو گئی ہے۔ مگر خوشی کی بات ہے۔ کہ اب احمدی احباب اپنے بچّوں کو یہاں بھیج رہے ہیں۔ جس سے امید ہو رہی ہے کہ انشاءاللہ اس کمی کے پوری ہونیکے علاوہ سکول میں طلبار کی خاص ترقی ہوگی۔ جن احباب نے جلسہ دسمبر پر وعدے کیئے تھے۔ انہیں پھر متوجہ کیا جاتا ہے دراصل اسمیں بھی سکول کی اعانت ہے۔ کیونکہ طلبار کی کثرت سے سکول کو سرکاری امداد میں خاص

فائدہ ہے۔

مدرسہ احمدیہ:- مدرسہ احمدیہ کا کام بفضلِ خدا خوب چل رہا ہے۔ اسوقت تک ۳ جماعتیں کھولی گئی ہیں۔ اور حسب ضرورت اُستاد مقرر کیئے گئے ہیں۔ احباب اس مدرسہ کے لیئے بھی مالی طور پر اور طلباء بھیجکر مدد فرماویں۔ بہتر ہو کہ ہر جماعت اپنے ہاں سے ایک ہونہار قابل طالبعلم کو اس مطلب کے لیئے یہاں بھیجدیں۔ جو بعد حصول تعلیم وہیں جاکر انکو فائدہ پہنچاوے۔

سالانہ رپورٹ:- سالانہ رپورٹ صدر انجمن چھپ چکی ہے۔ جسکی قیمت صرف ۳/ ہے اور حجم ۱۴۰ صفحے ہے۔ مینجر میگزین سے طلب فرماویں۔

بھٹہ۔ بھٹہ کا کام جاری ہے۔ اور بڑے زور شور سے ہو رہا ہے۔ قریباً ۹ لاکھ اینٹ پک چکی ہے۔ فصل کی کٹائی کے ایام میں کام بند ہونیکا اندیشہ تھا۔ اس لیئے مختلف مقام پر احباب سے خط و کتابت کی گئی۔ کہ اگر انکے علاقوں سے پتھیرے مل سکیں تو یہاں بھجوا دیں۔ مگر کسی جگہ سے نہ مل سکے۔ لیکن چونکہ کام بند ہونے میں نقصان تھا۔ اسواسطے موجودہ پتھیروں کو ہی زیادہ اُجرت دیکر رکھا گیا۔ اب بھی اگر کسی جگہ سے پتھیرے دستیاب ہو سکتے ہوں۔ تو احباب راقم سے خط و کتابت کریں۔ روپے کی بہت ضرورت ہے۔ اسواسطے احباب بہت جلد چندہ تعمیر کے بقائے وصول کرکے ارسال فرما دیں۔

کنونشن کلکتہ۔ کلکتہ میں ایسٹر کی تعطیلات میں یعنی ۹ - ۱۰ اور ۱۱ - اپریل کو مذاہب کی تحقیقات کے لیئے ایک جلسہ ہونیوالا ہے۔ ہماری طرف سے بھی مدت سے مضمون بھیجا گیا ہے۔ جسکے سنانے کے لیئے راقم اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر ۶ - اپریل کی شام کو کلکتہ میل میں سوار ہوکر ۸ - اپریل کی صبح کو کلکتہ پہونچینگے۔ خدائے تعالیٰ کامیابی کے ساتھ واپس لاوے۔ آمین۔

سکرٹری